۱۳۲واں باب

قتال فی سبیل اللہ کے لیے فراہمی وسائل

[سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة ۲۴۳تا۲۶۰]

۱۴۹ جہاد کے لیے قرضِ حسن

۱۵۰ بنواسرائیل کا جہاد، واقعہ خروج

۱۵۲ قیادت کے مطلوبہ بنیادی اوصاف

۱۵۴ واقعہ خروج اور غزوہ بدر میں مماثلت

۱۵۶ انبیاء کی امتوں میں اختلافات

۱۵۸ خلاصہ آیات

۱۳۲واں باب

قتال فی سبیل اللہ کے لیے فراہمی وسائل

اب قتال پر گفتگو کا سلسلہ جو۲۱۸ویں آیہ مبارکہ پر منقطع ہوا تھا [دیکھیے باب #۱۲۴ صفحہ ۶۱] واپس اُسی موضوع پر آرہا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلنے والی ٹیم کو جہاد اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے عمومی طور پر دشمنانِ دین سے مقابلے کے لیے مالی قربانیوں پر خصوصی طور سے اُبھارا گیا ہے۔اِس گفتگو میں بنی اسرائیل کی تاریخ سے دو واقعات کو پیش کیا گیا ہے جو مسلمانوں کی اس وقت مدینے کی صورتِ حال میں بڑی سبق آموز مماثلت رکھتے تھے۔

مدینے کی جو کچھ سیاسی کشمکش تھی اور اُس میں جس طرح نبی ﷺ اپنی حکومت کو لے کر چل رہے تھے اُس میں آپ ﷺ کے ساتھیوں کو یہ سمجھانا اور اُن کے توسط سے رہتی دنیا تک آنے والے مسلمانوں کو بھی بتانا تھا کہ ایک قوم کس طرح جہاد سے زندگی پاتی ہے، اِس کے لیے یاد دلایا گیا کہ جیسے مکے سے مہاجرین نکلے ہیں اسی طرح مصر کی سرزمین سے بنو اسرائیل نکالے گئے تھے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۔ لیکن انھوں جہاد سے خوف کھایا اور مارے گئے پھر جب اُن کی اگلی نسل نے جہاد کیا تو انھوں نے زمین پر غلبہ پایا گویا زندگی پائی۔قرآن کا یہ قصہ مومنین کے سامنے ایک سوال چھوڑ جاتا ہے کہ کیا ابھی وہ زندگی چاہتے ہیں یا چالیس سال کی خاک چھاننے کے بعد؟

اِس تاریخی واقعے کے تدریجی عمل کو بنو اسرائیل کے واقعہ خروج میں دیکھا جا سکتا ہے۔بنو اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد اگرچہ بے خانماں تھے مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دشت و بیاباں میں سایہ ابر کے ذریعے ایر کنڈیشنڈ جیسے ٹھنڈے، ہر قسم کی آلودگی سے پاک زندگی بخش آب ہوا میں رہ رہے تھے۔من و سلویٰ میسر تھا جو ایک کامل عمدہ غذا تھی، تاہم انھوں نے ناشکری کی اور عام سی چیزوں کی فرمائشیں کرنے لگے۔موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ان کو حکم دیا کہ ظالم کَنعانیوں کے زیرِ تسلط ارضِ فلسطین کو فتح کر لو، انھوں نے بُزدلی دِکھائی اور جہاد کرنے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی اور چالیس برس تک دشت و بیاباں میں پھرتے رہے یہاں تک کہ فرعونیوں سے مرعوب غلام ذہنیت کی حامل ایک نسل فنا ہو گئی اور صحراؤں کی گود میں پلی ایک دوسری نسل اُٹھی جس نے کنعانیوں پر غلبہ پایا۔یوں ایک مردہ قوم نے جہاد کے ذریعے حیاتِ نو پائی۔

جہاد کے لیے قرضِ حسن

جہاد بغیر مالی وسائل کے ممکن نہیں چنانچہ جہاد پر ابھارتے ہی کہا گیا ہے کہ کون اللہ کو قرضِ حسنہ دے گا؟۔ قرضِ حسن سے مُراد ایک ایسا قرض ہے، جو خالصتاً بغیر کسی دنیاوی فائدے، نام ونمود یا نفسانی غرض کے کسی کو دیا جائے۔ جو مال بھی اس طرح اللہ سے اجر کی امید پر نیک کام میں خرچ کیا جائے اللہ اپنے ذمّے اُسے قرض حسن قرار دیتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ ایسا انفاق [اللہ کی راہ میں مال خرچ] کرنے والے کو اُس خرچ کے بدلے بے حد وحساب کئی گنا زیادہ کر کے واپس کرے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

کیا تمھیں اُن لوگوں کے حال کی بھی کچھ خبر ملی جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ موت سے ڈر گئے، اللہ نے اُن کو کہا کہ یہیں مرے پڑے رہو اللہ نے پھر اُن کو زندگی عطا کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ○ اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ○ کون ہے جو اللہ کو قرض دے، قرض حسنہ تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر لوٹائے؟ کمی اور فراخی اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور اُسی کی طرف تمھیں واپس جانا ہے ○

اے دشمنوں کے نرغے میں گھرے مدینے کے مہاجرین وانصار، کیا تمھیں اُن، اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے بنو اسرائیل کے لوگوں کے حال کی بھی کچھ خبر ملی جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ جب اللہ نے اُنھیں فلسطین کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا تو وہ موت سے ڈر گئے، اللہ نے اُن کو کہا کہ یہیں مرے پڑے رہو اور وہ انکاری چالیس سال صحرا میں سر گرداں رہے مر کھپ گئے اللہ نے پھر اُن کی دوسری نسل کو اخلاقی اور ایمانی اعتبار سے نئی زندگی عطا کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ انسان پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، مگر اکثر لوگ نہ ہدایت پاتے ہیں اور نہ شکر ادا کرتے ○ مسلمانو! موت سے نہ ڈرو اللہ کی راہ میں جنگ وقتال کی تیاری

کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ جو باتیں لوگ کرتے اور سوچتے ہیں اللہ اُن کو خوب سننے والا اور جاننے والا ہے ۝
اے مہاجرین و انصار، تم میں سے کون ہے جو ریاستِ مدینہ کے دفاع اور معاشی استحکام کے لیے اللہ کو بغیر کسی دنیاوی فایدے کی امید اور ریاکاری کے قرض دے، قرض حسنہ تاکہ آخرت میں اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر لوٹائے؟ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کم ہمتی نہ دکھاؤ لوگوں کی معاش اور اُن کے رزق میں کمی اور فراخی اللہ کے اختیار میں ہے اور اُسی کی طرف تمھیں واپس جانا ہے ۝

بنو اسرائیل کا جہاد، واقعہ خروج

اگلی آیاتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ایک معروف تاریخی واقعے سے مدینے کے مسلمانوں کو سمجھایا گیا کہ جس طرح آج کچھ جوشیلے مسلمان اس بات کے طلب گار ہیں کہ قتال کی اجازت دی جائے، اسی طرح بنی اسرائیل نے اپنے زمانۂ پستی و مغلوبیت میں مطالبہ کیا تھا کہ ایک مضبوط شخصیت کا مالک ہمارا بادشاہ بنایا جائے جس کی قیادت میں ہم جہاد کریں، لیکن جب جہاد فرض ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور بہت سے لوگ ڈسپلن کے اُس معیار پر پورے نہیں اُترے جس معیار پر جہاد کے لیے مجاہدین درکار ہوتے ہیں۔ آیات اور اُن کے ترجمے اور مفہوم سے قبل اسرائیلی روایات اور سابقہ کتب سے جو معلومات ملتی ہیں وہ مختصر اً درج ہیں۔

مسیح علیہ السلام کی آمد سے ایک ہزار برس قبل بنی اسرائیل پر عَمالِقہ ظلم کے ساتھ بالادست اور حاوی ہو گئے تھے، انھوں نے اُن سے فلسطین کے اکثر علاقے چھین لیے تھے۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب بنی اسرائیل کے درمیان سموئیل نبی کی حکومت تھی، وہ بہت عمر رسیدہ تھے۔ اس لیے بنی اسرائیل کے سرداروں نے چاہا کہ کوئی اور مضبوط اور سرگرم عمل آدمی جنگ میں اُن کی سربراہی کرے، چنانچہ اُنھوں نے سموئیل نبی سے درخواست کی کہ وہ اُن کے درمیان ایک بادشاہ کا تقرر کر دیں جو اُن کے آگے آگے چلے اور لڑائی کرے۔ بنی اسرائیلی روایات کے مطابق ایک تیس سالہ بہت ہی خوب صورت قد آور نوجوان طالوت، جو اپنے باپ کے گم شدہ گدھے ڈھونڈنے نکلا تھا، سموئیل نبی کے گھر کے قریب پہنچا، تو اللہ تعالیٰ سے اشارہ پا کر سموئیل نبی نے کہا کہ یہی شخص ہے جس کو ہم نے تمھاری قیادت کے لیے چُنا ہے۔ چنانچہ سموئیل نبی نے اُس کو مسح کر کے پیشوائی کے لیے کاہنِ اعظم (Chief Priest) کے منصب پر فائز کر دیا۔ اس سے پہلے اس منصب کے لیے ہارون علیہ السلام مسح کیے گئے تھے، اس کے بعد تیسرے نمبر پر داؤد علیہ السلام کو اور چوتھے نمبر پر عیسیٰ علیہ السلام کو مسح کیا گیا۔ طالوت کے بارے میں یہ صراحت کہیں نہیں ہے کہ وہ نبی تھے لہٰذا اُن کا بادشاہ ہونا تو معلوم ہے مگر نبی ہونا ثابت نہیں ہے، واللہ اعلمُ

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ
مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ
ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ
قَالَ ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ
الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا
نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا
مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ
عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ
وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ
لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ
طَالُوۡتَ مَلِکًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہُ الۡمُلۡکُ
عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡہُ وَ لَمۡ
یُؤۡتَ سَعَۃً مِّنَ الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ
اصۡطَفٰىہُ عَلَیۡکُمۡ وَ زَادَہٗ بَسۡطَۃً فِی
الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ ؕ وَ اللّٰہُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَہٗ مَنۡ
یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ
قَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اٰیَۃَ مُلۡکِہٖۤ اَنۡ
یَّاۡتِیَکُمُ التَّابُوۡتُ فِیۡہِ سَکِیۡنَۃٌ مِّنۡ
رَّبِّکُمۡ وَ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَ اٰلُ
ہٰرُوۡنَ تَحۡمِلُہُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ
لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۴۸﴾ ۳۲۶

پھر تم نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا کہ جب انھوں نے اپنے نبیؑ سے کہا کہ کسی کو ہمارا بادشاہ بنا دیجئے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ نبی نے پوچھا: کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر قتال فرض کیا جائے اور تم قتال نہ کرو۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں کیا ہوا کہ بھلا ہم اللہ کے لیے نہ لڑیں، جب کہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکالا گیا ہے اور ہمارے بال بچوں کو ہم سے جُدا کیا گیا ہے۔ مگر جب اُن پر جنگ فرض کر دی گئ، تو سوائے تھوڑے سے لوگوں کے سب پیٹھ موڑ گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ان کے نبی نے ان کو بتایا کہ اللہ نے طالوت کو تمھارا حاکم مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر وہ بولے کہ ہم پر حاکم بننے کے لائق وہ کیسے ہو گیا؟ اُس سے تو ہم کہیں زیادہ اقتدار و حکومت کے اہل و مستحق ہیں ۔اور اُس کو تو مال دولت سے بھی نہیں نوازا گیا ہے۔ نبی نے کہا کہ اللہ نے تمھارے اُوپر سرداری کے لیے اُسی کو چنا ہے اور اس کو اعلیٰ علمی اور جسمانی اوصاف فراوانی کے ساتھ عطا فرمائے ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ جسے چاہے اپنی سلطنت بخش دے، اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور بڑا علم والا ہے اُن کے نبی نے اُن کو بتایا کہ اللہ کی طرف سے اُس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ اس کے اقتدار میں وہ صندوق مل جائے گا، جس میں تمھارے رب کی طرف سے سامان تسکین ہے یعنی آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہیں، جس کو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمھارے لیے بہت بڑی دلیل ہے ۳۲۶

پھر تم نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں اور فیصلہ سازوں کو نہیں دیکھا کہ جب انھوں نے اپنے نبی سموئیلؑ سے کہا کہ کسی کو ہمارا بادشاہ بنادیجیے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔اُن کے نبی نے سرداروں سے پوچھا: کہیں، ایسا نہ ہو کہ تم پر قتال فرض کیا جائے اور تم قتال نہ کرو۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں کیا ہوا کہ بھلا ہم اللہ کے لیے نہ لڑیں، جب کہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکالا گیا ہے اور ہمارے بال بچوں کو ہم سے جُدا کیا گیا ہے ۔ مگر جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی، تو سوائے تھوڑے سے لوگوں کے سب پیٹھ موڑ گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ○

ان کے نبی نے ان کے سرداروں کو بتایا کہ اللہ نے تمھارے درمیان سے ایک عام سے نوجوان، طالوت کو جو صاحب علم اور مالکِ قوتِ فیصلہ ہونے کے ساتھ تندرست و خوب صورت بھی ہے تمھارا حاکم مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر وہ بدک گئے اور بولے کہ ہم پر حاکم بننے کے لائق وہ کیسے ہو گیا؟ اُس سے تو ہم کہیں زیادہ اقتدار و حکومت کے اہل و مستحق ہیں۔ اس کو تو مال و دولتِ دنیا سے بھی اللہ نے نہیں نوازا ہے ○ نبی نے کہا کہ اللہ نے تمھارے اُوپر سرداری کے لیے اُسی کو چنا ہے اور اِس کام کے لیے اس کو اعلیٰ علمی اور جسمانی اوصاف فراوانی کے ساتھ عطا فرمائے ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ جسے چاہے اپنی سلطنت بخش دے، اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور بڑا علم والا ہے۔ اُن کے نبی نے اُن کو مزید یہ بھی بتایا کہ اللہ کی طرف سے اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ اس کے اقتدار میں وہ صندوق تمھیں واپس مل جائے گا، جس میں تمھارے رب کی طرف سے سامان تسکین ہے یعنی آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کی چھوڑی ہوئی متبرک چیزیں ہیں، جس کو اس وقت فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو یہ طالوت کی باشاہت میں خوشی سے فرماں برداری کے لیے تمھارے واسطے بہت بڑی دلیل ہے ○ ع ۳۲

قیادت کے مطلوبہ بنیادی اوصاف: قرآن کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی سربراہی کے لیے دو اوصاف بہت ضروری ہیں ایک تو یہ کہ وہ صاحب علم و بصیرت ہو، وہ اپنے دور کی دنیا کے مسائل اور دشمنوں کے فلسفوں اور طریقِ واردات سے بخوبی واقف ہو اور ساتھ ہی وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کا اتنا کافی علم رکھتا ہو کہ جس سے رہ نمائی حاصل کر کے وہ اپنے وقت کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکے۔ دوسرے یہ کہ جسمانی طور پر بھی وہ مناسب حد تک مضبوط ہو۔ طالوت اُس دشمن سے مقابلے کے لیے جس سے بنو اسرائیل شکست کھا چکے تھے، اپنی فوج کو لے کر چلا راہ میں پانی تھا۔ سیّد مودودیؒ کہتے ہیں کہ 'ممکن ہے اس سے مراد دریائے اُرْدُن ہو یا کوئی اور ندی یا نالہ'، جس پر سے طالوت کو اپنی فوج لے کر پانی کے اُس پار جانا تھا، اُس نے فرماں برداری کو جانچنے کے لیے

حکم دیا کہ کوئی ایک چلو سے زیادہ ہرگز نہ پیے تا کہ وہ جان جائے کہ کون اطاعتِ حکم میں اپنی پیاس کو ضبط کر سکتا ہے۔ جب کفار کی فوج کا سامنا ہوا تو یہی نا ہنجار لوگ تھے جو اپنے نبی سے کہنے لگے کہ آج ہم میں اِن سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے مدینے میں جو حالات ہیں اُن میں ہم آنے والے وقت میں دیکھیں گے کہ جب غزوہ بدر سے قبل قتال فرض کیا گیا اور کفار کی فوج سے مقابلے کے لیے پوچھا گیا تو منافقین اور کمزور ایمان والے چیں بول گئے لیکن صادق الایمان مومنین نے کہا کہ تم مقابل فوج کی کثرت سے نہ گھبراؤ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً۔ یہ ایک کلیہ تھا جو میدانِ بدر میں کام آیا اور ایک نہتی سپاہ نے لوہے میں غرق اپنے سے تین گنا زیادہ پہلوانوں کی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ کوئی الیکشن کے بیلٹ باکس کی جنگ نہیں تھی جس میں ہمیشہ زیادہ تعداد کامیاب ہوتی ہے یہ ایمان کی جنگ تھی جہاں صرف اور صرف ایمان کام آتا ہے۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلا، تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ ایک دریا پر اللہ تمھیں آزمانے والا ہے۔ جو اُس میں سے ایک چلو سے زیادہ پانی پیے گا، وہ میرا ساتھی نہیں۔ میرا ساتھی صرف وہ ہے جو اس سے نہ پیے۔ مگر تھوڑے لوگوں کے سوا اُنھوں نے پیا۔ پھر جب وہ اور اس کے ساتھ مسلمان اُس کو پار کر گئے، تو کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے مگر جو اللہ سے ملاقات پر یقین رکھتے تھے للکارے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ تھوڑے لوگ اللہ کی توفیق سے ایک بڑی اکثریت پر غالب آ گئے۔ اور اللہ صبر دکھانے والوں کا مددگار ہے۔

پھر جب ذلت و رُسوائی سے دوچار بنی اسرائیلیوں کو اللہ کی راہ میں اُن ہی کی خواہش اور مطالبے کے مطابق دشمنوں سے جنگ کے ذریعے اُن کی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لیے طالوت فوجوں کو لے کر چلا، تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ راہ میں آنے والے ایک دریا پر اللہ تمھیں آزمانے والا ہے۔ پس جو اُس دریا میں سے ایک چلو سے زیادہ پانی پیے گا، وہ میرا وفادار ساتھی نہیں۔ میرا قابلِ اعتماد ساتھی صرف وہ ہے جو اس سے جی بھر کے پیاس بجھانے کی حد تک نہ پیے۔ مگر جب وہ دریا سامنے آیا تو تھوڑے لوگوں کے سوا بیشتر لشکری اُس پر ٹوٹ پڑے اور اُنھوں نے

خوب سیر ہو کر دریا کا پانی پیا۔ پھر جب وہ اور اس کے ساتھ چلنے والے مسلمان عوام اُس دریا کو پار کر گئے، تو اُن کی اکثریت نے جو پانی پینے کی آزمائش میں ناکام ہو چکی تھی طالوت سے کہنے لگی کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ مگر اِن کم ہمت آخرت سے غافل لشکریوں کے ایمان کو جگانے اور جوش کو ابھارنے کے لیے جو مسلمان اکثریت کے برخلاف مرنے کے بعد یوم الحساب اللہ سے ملاقات پر یقین کامل رکھتے تھے اپنی قوم کے سامنے للکارے ارے لوگو، صبر واستقامت دکھاؤ اور ہمت نہ ہارو، تاریخ شاہد ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ تھوڑے لوگ اللہ کی توفیق سے ایک بڑی اکثریت پر غالب آ گئے۔ اللہ صبر و استقامت دکھانے والوں کا مددگار ہے ○

واقعہ خروج اور غزوہ بدر میں مماثلت

بنی اسرائیل کی اس جنگ میں اور مسلمانوں کی مستقبل قریب میں ہونے والی جنگ میں کئی لحاظ سے بڑی مماثلت ہے۔ میدانِ بدر میں بھی اسی طرح پہلے ہی ہلّے میں مبازرت دینے والے تینوں سرداران قریش کے سر اتار لیے گئے تھے۔ تفصیل ان شاء اللہ اگلے ابواب میں آرہی ہے۔ مقابلہ شروع ہوا تو فلسطینیوں کی فوج کا ایک نامی گرامی پہلوان جالوت بنی اسرائیلوں کو اپنے سامنے آکر تلوار سے مقابلے کی دعوت دے رہا تھا اور کم ہمت اسرائیلی اللہ سے زیادہ اس پہلوان سے ڈر رہے تھے داؤد علیہ السلام اُس وقت ایک نوخیز نوجوان تھے، وہ بے خوف و خطر اس کے مقابلے پر میدان میں اُترے اور آناً فاناً اُس کو اللہ کے حکم سے قتل کر دیا، یوں یہ مقابلہ جنگ کا پیش خیمہ بن گیا۔ وہ بنی اسرائیل کے ہیرو بن گئے، طالوت نے اپنی بیٹی کی اُن سے شادی کر دی اور پھر وہ آخر کار کاہنِ اعظم (Chief Priest) کے منصب پر فائز ہو کر اسرائیلیوں کے فرماں روا بنے۔ (سموئیل اوّل۔ باب ۱۷ و ۱۸)۔

بات کو ختم کرتے ہوئے ایک بہت ہی بصیرت والی بات اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتائی کہ میری سنت جاریہ یہ ہے کہ میں زمین پر فسادیوں کو بس ایک حد تک مہلتِ عمل دیتا ہوں لہٰذا تم قلت و کثرت کے چکر میں نہ پڑو، تم اِن کے وسائل اور طاقت سے نہ گھبراو۔ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَھُمۡ بِبَعۡضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ۔ میں نے زمین کے سیاسی انتظام میں توازن اور اعتدال کے لیے یہ اپنی سنت جاریہ بنا رکھی ہے کہ مختلف قوموں کو ایک مدت تک زمین میں غلبہ اور سرفرازی دیتا ہوں، مگر جب وہ ایک حد سے بڑھ کر فساد کرنے لگتی ہے، تو کسی دُوسری قوم یا گروہ کے ذریعے اس کی اجارہ داری کو ختم کر دیتا ہوں۔

وَ لَمَّا بَرَزُوۡا لِجَالُوۡتَ وَ جُنُوۡدِهٖ قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۟ۙ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الۡمُلۡکَ وَ الۡحِکۡمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۵۱﴾

اور جب اُن کا جالوت اور اس کی افواج کا سامنا ہوا تو اُنھوں نے دعا کی، اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان فرما اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہمیں غلبہ عطا فرمادے ○ چنانچہ اللہ کی توفیق سے اُنھوں نے اُن کو شکست دے دی۔ اور داوٗدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا اور پھر اللہ نے اُسے بادشاہی اور حکمت سے نوازا اور ساتھ ہی جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمادیا۔ اور اگر اس طرح اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے نہ مٹاتا رہتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ تو دنیا والوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

اور جب طالوت کی فوج اور جالوت اور اس کی افواج کا آمنا سامنا ہوا تو صادق الایمان، آخرت کے طلب گار مومنوں نے دعا کی، اے ہمارے رب! ہم پر ہمت و ستقامت کا یعنی صبر کا فیضان فرما اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہمیں غلبہ عطا فرمادے۔ چنانچہ اللہ کی توفیق سے طالوت اور اُس کے ساتھیوں نے جالوتیوں کو شکست دے دی۔ ہوا یوں کہ ایک نوخیز نوجوان داوٗدؑ نے جو ابھی فلسطین سے آیا تھا اپنے وقت کے مشہور ماہر جنگجو جالوت کو جب اِتراتے اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے پکارتے دیکھا تو میدان میں اُتر کر اللہ کی نصرت سے جالوت کو قتل کر دیا اور پھر اللہ نے اپنے فیضانِ خاص سے اُسے بادشاہی اور حکمت سے نوازا ساتھ ہی بارِ قیادت اُٹھانے اور کاروبارِ سلطنت چلانے اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جن علوم کی ضرورت تھی اُن میں سے جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمادیا۔ اگر اس طرح جیسا کہ ظالم جالوتیوں کے فتنے سے اللہ نے زمین کو پاک کیا، اللہ بعض لوگوں [گروہوں، قوموں، جماعتوں، تہذیبوں اور نظاموں] کو بعض کے ذریعے نہ مٹاتا رہتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ تو دنیا والوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے کہ وہ اس طرح انسانوں ہی کے ذریعے انسانوں کے پیدا کردہ فتنوں کو مٹاتا رہتا ہے ○

اگلی دو آیات، جہاد اور اُس کے لیے مالی قربانیوں کے موضوع کے درمیان ایک اور چیز کی طرف توجہ دلا رہی ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو وہ اپنے رسول پر بالکل صحیح صحیح بیان کر رہا ہے، اتنی صحیح کہ بنی اسرائیل کے علماء

کے پاس بھی نہ موجود ہیں اور نہ ہی اُن کی تردید کے لیے اُن کے پاس کوئی دلیل ہے اور یہ واقعات کی اُن گم شدہ کڑیوں کو سامنے لے آتی ہیں جو اُن کے لیے سربستہ راز تھیں، اُن کی غلطیوں کی اصلاح کرتی ہیں، یوں اللہ اپنے نبی کے منہ سے وہ تفصیلات بیان کروا رہا ہے جو سوائے اللہ کی وحی کے اُس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اہلِ کتاب کو دعوت ہے کہ تم سے زیادہ کون اِن باتوں کو سن کر اِس [محمد ﷺ] کے اللہ کے سچے رسول ہونے کی گواہی دے سکتا ہے۔ ایک سوال رسولوں کے اس تذکرے میں تشنہ جواب ذہنوں میں آتا ہے کہ جب ایسے زبردست رسول آئے تو اِن کے ماننے والے گمراہ کیوں ہوئے، اِس کا جواب بھی رسولوں کی عظمت کے ساتھ بیان ہو گیا۔

انبیاء کی امتوں میں اختلافات

رسُولوں کے ذریعے سے علم حاصل ہو جانے کے بعد انبیاء کے ماننے والوں میں جو اختلافات اور خوں ریزیاں ہوئیں اللہ اُن کو روکنے پر قادر تھا مگر جبر سے روکنا اُس کی مشیّت میں نہ تھا۔ اس نے ان کو اعتقاد و عمل کی راہوں میں اِنتخاب کی آزادی عطا کی تھی، شیطان کے چکر میں آکر صاحبانِ اقتدار اور اہلِ علم کے مفادات کے گٹھ جوڑ سے سارا فساد پھیلا، ضدم ضدا میں لوگوں نے حق کو جانتے بوجھتے سوء السبیل پر چلنے کے بجائے مختلف راہیں اختیار کر لیں اور..... اُن میں سے کچھ تو کفر کے راستے پر لگ گئے [وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَفَرَ]......انبیاء کے ماننے والوں کے درمیان اِس سے مُراد علماء کی دین فروشی اور تفرقے بازی ہے۔ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانا اور گمراہ کرنا ہے۔ صاحبان اقتدار کا کفر یہ ہے کہ اللہ کے مقابلے میں لوگوں کے سر اپنے آگے جھکوائے جائیں اور وحی الٰہی کے مقابلے میں اپنی اور اپنے خوشامدی دانشوروں کی عقل پر اعتماد کرنا ہے۔ عوام الناس کا صاحبان اقتدار اور اپنے فرقوں کے لیڈروں کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت سے انکار ہے اور اپنے مال کو اللہ کی خوشنودی سے زیادہ عزیز رکھنا ہے یا اُس دن کے آنے پر یقین نہ رکھنا، جس دن کسی کی دوستی و سفارش کام نہ آسکے گی اور نجات خریدی نہ جاسکے گی یا یقین رکھنا ہے کہ کوئی اللہ کا نبی یا ولی اُس دن اللہ کے سامنے اس طرح اڑ جائے گا کہ جب تک ہم کو جنت میں نہ لے جائے خود جانے سے انکار کر دے گا۔ ناچار اللہ ہم کو جنت میں لے جائے گا۔ کفر کے راستے پر لگ جانے کا مطلب یہ لازمی نہیں ہے کہ بندہ دائرہ ایمان ہی سے خارج ہو گیا، اقرارِ ایمان کے باوجود اور بہت ساری مذہبی رسمیں ادا کرنے کے باوجود اگر اللہ کے نبی کو تسلیم کرنے والا، آخرت اور کتابوں کا ماننے والا برملا جہر کے ساتھ اللہ کے سامنے بغاوت کا اظہار کرے، اُس کی زندگی عملاً اللہ کی اطاعت سے کفر و انکار پر ہی گزرے تو اُس کے اسلام کی قانونی حیثیت کو تو شاید چیلنج نہ کیا جاسکے لیکن اللہ کو وہ کوئی دھوکا نہ دے سکے گا۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ
وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾ تِلْكَ
الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ
مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ
دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ
لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ
اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا
يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ ۳۳۶

یہ جو ہم تمھیں سُنا رہے ہیں اللہ کی آیات ہیں، حق اِن ہی میں ہے۔ تم یقیناً رسولوں کے سلسلے میں سے ہی ایک ہو ○ اِن رسولوں کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی، ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ جن سے اللہ ہم کلام ہوا اور بعض کے درجے کسی اور انداز سے بلند رکھے اور پھر مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روحُ القدس سے اس کی حمایت کی۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ ان (رسولوں) کے بعد اور جو کچھ واضح دلائل سے پہنچ گیا تھا اُس کے بعد یہ لوگ آپس میں لڑتے۔ مگر یہ لوگ آپس میں جھگڑے، پھر کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کفر کے رستے لگ گیا۔ اگر اللہ چاہتا، تو، وہ ہرگز نہ لڑپاتے، مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ ۳۳۶

بنو اسرائیل [یہودِ مدینہ] کان کھول کر سُن لیں کہ یہ قرآن کریم اے محمدؐ، جو ہم تمھیں سُنا رہے ہیں اللہ کی آیات ہیں، حق اور سچائی بس اِن ہی میں ہے۔ اور یہ لوگ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ تم یقیناً اُن بزرگ رسولوں کے سلسلے میں سے ہی ایک ہو جن کو ہم نے انسانوں کی ہدایت پر مامور کیا اور جن پر یہود ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں ○ اِن رسولوں کو ہم نے ایک دوسرے پر یوں فضیلت عطا کی کہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ جن سے اللہ ہم کلام ہوا اور بعض کے درجے کسی اور انداز سے بلند رکھے اور پھر مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو اُس کی رسالت کی شہادت دینے والی واضح نشانیاں عطا کیں اور روحِ القدس [روح الامین/جبرئیلؑ] سے اس کی حمایت ونصرت کی۔ اگر اللہ چاہتا، تو ممکن نہ تھا کہ ان رسولوں کی تعلیمات سے فیض یاب ہونے کے اور جو کچھ حق اُن تک واضح دلائل سے پہنچ گیا تھا اُس کے بعد یہ لوگ آپس میں لڑتے۔ مگر یہ لوگ جانتے بوجھتے انانیت کی بنا پر آپس میں فضول جھگڑے، پھر کوئی ایمان پر قایم رہا اور کوئی کفر کے رستے لگ گیا۔ اگر اللہ چاہتا، تو کیا مجال، وہ ہرگز نہ لڑپاتے، مگر اللہ نے جبر نہ کرنا چاہا وہ، جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ ۳۳۶

سلسلہ کلام دوبارہ مالی قربانیوں [انفاق] کے لیے اہلِ ایمان کو اُبھارنے کے لیے مڑ جاتا ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، انہیں اپنے ایمان کی آبیاری اور بقا کے لیے مالی قربانیاں دینی چاہئیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾	اے ایمان والو، جو وسائلِ دنیا ہم نے تم کو بخشے ہیں اُن کو اللہ کے لیے لگاؤ اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی اور نہ ہی سفارش اور منکرین ہی اصل میں ظالم ہیں ○

اے ایمان والو، جو کچھ بھی وسائلِ دنیا ہم نے تم کو بخشے ہیں، ان کو اللہ کی خوشنودی کے لیے لگاؤ اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ نیک اعمال کی خرید و فروخت ہو گی نہ اللہ کی پکڑ سے بچانے کے لیے کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ ہی کسی کی سفارش چلے گی اور آخرت کے اور ہماری اس ہدایت کے منکرین ہی اصل میں ظالم ہیں ○

خلاصہ آیات

- مدینے میں مجتمع مہاجرین وانصار جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اسلام کو سربلند کرنے کا عزم کیا ہے، اپنی بقا کی جنگ کے لیے ایک نازک دور سے گزر رہے ہیں اُنھیں جہاد اور اُس کے لیے مالی قربانیوں پر اُبھارا جا رہا ہے اور اُن غلطیوں اور کمزوریوں سے بچنے کی تاکید ہے جو بنی اسرائیل نے کیں [۲۴۳ تا ۲۴۸]
- پھر تاریخ کی ایک ایمان افروز جنگ کے واقعہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ مومنین کی جنگ میں کامیابی فوج کی تعداد اور اسلحہ کی فراہمی پر منحصر نہیں ہے [۲۴۹ تا ۲۵۰]۔
- پھر اسی مذکورہ جنگ کے تسلسل میں جنگ سے وابستہ حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ دُنیا کا انتظام برقرار رکھنے کے لیے ایک برسرِ غلط گروہ کی اجارہ داری اللہ کی سنت کے خلاف ہے [۲۵۱]۔
- ذہن میں اُٹھنے والے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ زمین پر انبیاء کے آنے کے باوجود اُن کی امتوں کے درمیان اختلاف کیوں رہا [۲۵۲ تا ۲۵۳]
- آیہ ۲۵۴ سے گفتگو دوبارہ بنیادی موضوع انفاق کی طرف پلٹتی ہے جس سے ابتدا ہوئی تھی۔ اگلی آیہ، آیت الکرسی ہے جو اگلے باب میں ملاحظہ فرمایئے۔

☆☆☆☆☆